© rasailojaraid.com

امریکہ کا شیرازہ بکھر جائے گا؟

تحریر:- سلمان طاہر

ابن خلدون کے نظریہ عروج و زوال کو مختصر الفاظ میں انتہائی خوبصورتی سے یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

''قومیں ہمیشہ صحراؤں کی بیکراں وسعتوں یا پہاڑوں کے چٹیل سلسلوں سے ابھرتی ہیں۔ زندگی کی یہی سختی ان میں جوش کردار پیدا کرتی ہے۔ وہ زندگی کے نئے سامان پیدا کرنے کے لئے نئے جہانوں کی تلاش میں چل نکلتی ہیں اور ایسی سرزمینوں کی تسخیر کرتی ہیں جو قدرت کی فیاضیوں سے مالا مال ہوں۔ پھر انسانوں کے اس گروہ کی فعال قومیت آہستہ آہستہ ایک تمدن میں ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ بدوانہ زندگی کو چھوڑ کر شہری زندگی کی دلچسپیوں میں کھو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے شہر آباد کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی فعالیت 'انفعالیت' میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ کسی اپنے سے زبردست قوم کے لئے لقمہ تر بن جاتے ہیں۔ تاریخ کا یہ چکر اسی طرح چلتا رہتا ہے۔''

نظریہ عروج زوال تاریخ کے صفحات پر ان گنت مثالیں محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ البتہ انیسویں صدی اور پھر بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں مغربی یورپ اور روس نے محض مکاری اور فریب کے بل بوتے پر بعض جفاکش قوموں سے بھی آزادی چھین لی۔ اس چالاکی اور مکاری کا ساتھ دینے کے لئے جوش کردار کے بجائے آتشیں اسلحہ کی ایجاد مددگار کی صورت میں نمایاں نظر آتی ہے۔ جو قومیں ان ممالک کی استعماریت کا نشانہ بنیں ان میں نمایاں ترین مسلمان تھے۔ مسلمانوں کیخلاف یہ منظم سازش بھی تھی جو محض اتفاقیہ نہیں تھی۔ اہل مغرب نے ترقی کی منازل طے کرنا شروع کیں تو علم نے جہاں انہیں دنیا پر حکومت کرنے کے گر سکھائے وہاں مسلمانوں کے شاندار ماضی کے باعث ان خدشات کو بھی اجاگر کئے رکھا جو کسی انجانے خطرے کے باعث منڈلا رہے تھے۔ چنانچہ ان تمام راہوں کو بند کرنے کے مکمل انتظامات کئے گئے جو کسی بھی خطرے کا سبب بن سکتے تھے۔ لیکن ایک در کھلارہ گیا۔ افغانستان کے پہاڑوں کے چٹیل سلسلے ایک ایسی طویل جنگ کا سبب بن گئے۔ جنہوں نے ختم ہوتی بیسویں صدی میں ایک دفعہ پھر ابن خلدون کے فلسفے کی عملی شکل سامنے رکھ دی۔ اب استعماری طاقتوں میں سے ایک اہم ترین طاقت روس کو صرف آتشیں اسلحہ سے مطلوبہ نتائج نہیں مل رہے تھے۔ مقابلے میں جوش کردار سے آراستہ افغان تھے جن کا ساتھ دینے کے لئے پوری دنیا کے مسلمان موجود تھے۔

بھاری بھر کم قومیں اندرونی تضادات کا شکار ہو کر اندر سے ہی ٹوٹ جاتی ہیں۔ سابق سوویت یونین کی مثال دنیا کے سامنے ہے اور اب امریکی پوزیشن بھی ایسے ہی ہے۔

افغانستان کے پہاڑ ایک ایسے جہادی کیمپ کے طور پر سامنے آئے جہاں عملی جہاد کی تربیت کے مواقع موجود تھے۔ 1979ء میں توڑے دار بندوقوں سے جدوجہد شروع کرنے والے مسلمانوں کے پاس اب جدید ترین ہتھیار بھی آ گئے ہیں اور سب سے بڑھ کر وہ جوش کہ کوئی اور قوم اس کا سامنا کر ہی نہیں سکتی۔

افغانستان کی جنگ میں امریکہ' روسی دشمنی میں بھی بنیادی غلطی کر گیا جس کا اب کوئی مداوا اس سے نہیں ہو پارہا۔

امریکی مفکرین نے سیاست کے میدان میں یہ الٹی بازی بہت پہلے نوٹ کر لی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ چنانچہ ”تہذیبوں کے تصادم“ کا شور مچا دیا گیا۔ امریکہ اس سارے شور شرابے میں نئے مقاصد سامنے رکھے ہوئے ہے۔ وہ مجاہد کا خوف پیدا کر کے نئے محاذوں پر فتوحات کے ذریعے اپنی پرانی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اب امریکہ ایک ایسی کھلی جنگ کا آغاز کر چکا ہے جس پر اسے خفیہ حکمت عملی مرتب نہ کر پانے کے باعث کوئی شرمندگی نہیں۔ بڑی ڈھٹائی سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کیلئے وہ کہیں بھی جانے کو تیار نظر آتا ہے۔ یہ سب واضح ہو چکا ہے کہ افغانستان امریکہ کیلئے اتنا بڑا چیلنج کیوں بن گیا ہے۔ افغانستان میں تلخ حقائق سامنے آنے پر امریکہ جس بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔ اس میں مزید اضافہ چیچنیا کی صورت میں سامنے کھڑا ہے۔ روس کا امریکہ کے ساتھ دہشت گردی کیخلاف مشترکہ کوششوں کے معاہدے کے فوری بعد چیچنیا پر چڑھ دوڑنا بہت سے سوالات کے جواب مانگتا ہے۔ کیا امریکہ یہ نتیجہ اخذ کر چکا ہے کہ مسلمانوں کو دبائے رکھنے اور مسلمان خطوں پر کڑی نظر رکھنے میں روس سے بڑھ کر کوئی اس کا مددگار نہیں؟ چیچنیا پر روسی جارحیت اور اس پر مغرب اور امریکہ کا روس کے لئے نرم گوشہ‘ اس کی نشاندہی تو نہیں کرتا؟ کیا چیچنیا کے سابق صدر زیلم خان اندربایوف کا یہ خدشہ کہ چیچنیا کے بعد روس کا اگلا نشانہ وسط ایشیاء کی دیگر مسلم ریاستیں ہیں‘ اسی تسلسل میں نہیں دیکھنا چاہئے؟ کیا اب امریکی مدد سے روس کو مضبوط قوت کی شکل دینے کی شعوری کوششیں بالآخر افغانستان میں بھی امریکی مقاصد کے حصول کی راہ ہموار کرنا تو نہیں؟ کیا ایسا تو نہیں امریکہ روس کو مخصوص فتوحات میں مدد دے کر جہاں مسلمان خطوں میں بڑھتی ہوئی بیداری کو ختم کرنا چاہتا ہو۔ وہاں چین کے مسلمان ممالک کی مدد سے مدمقابل آنے کے امکانات کو ختم کرنا چاہتا ہو؟

افغانستان کی جنگ میں امریکہ‘ روسی دشمنی میں بنیادی غلطی کر گیا ہے جسکا اب کوئی مداوا اس سے نہیں ہو رہا

امریکہ اور جہادی تنظیموں سے جس طرح خائف ہو چکا ہے اس کے پیش نظر یہ سارے امکانات سی آئی اے کی فائلوں میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود ہوں گے۔ خصوصاً زیلم خان کا بیان کہ روس چیچنیا میں امریکہ کی جنگ لڑ رہا ہے اور بھی زیادہ ان خدشات کو ابھارتا ہے۔ کہ امریکہ اسی نہج پر سوچ رہا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ افغانستان چیچنیا اور کشمیر کے دشوار گزار پہاڑی سلسلوں میں جذبہ جہاد سے آراستہ مجاہدین کی جدوجہد مسلمانوں کے از سر نو احیاء کی پہلی منزل دکھائی دے رہی ہے۔ چیچنیا صرف روس کے لئے نہیں بلکہ اس کے پشتیبان امریکہ کیلئے بھی افغانستان بن جائے گا۔ درحقیقت افغانستان‘ کشمیر اور اب چیچنیا میں انسانی تاریخ کی مشکل ترین جنگیں لڑی جا رہی ہیں۔

افغانستان کی جنگ سے شروع ہونے والی یہ جدوجہد کب نتیجہ خیز ہو گی اس پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بڑی طویل جدوجہد نظر آتی ہے۔ تاہم حقائق یہی بتاتے ہیں کہ بھاری بھر کم قومیں بالآخر اندرونی تضادات کا شکار ہو کر اندر سے ہی ٹوٹ جاتی ہیں۔ سابق سوویت یونین کی مثال دنیا کے سامنے ہے اور اب امریکہ کی پوزیشن بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ اب وہ روس کو چبانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن حالات خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ چیچنیا کی تحریک آزادی کو محض مذہبی نقطہ نظر سے دیکھنا درست نہیں۔ یہ لڑائی دراصل ایک بالادست قوم کے مقابلے میں زیردست قوم کی جدوجہد ہے۔ روس نے صدیوں سے اس علاقے پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے۔ اگر عالمی برادری انصاف کے اصولوں کو سامنے رکھے تو اسے چیچنیا کی حمایت کرنی پڑے گی۔ بحر حال حقیقت خواہ کچھ بھی ہو ایک طاقت کو زوال لازمی ہے۔ جیسا سوویت یونین کو زوال آیا اسی امریکہ کو بھی شکست و ریخت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ قدرت کا یہ اصول ہے کہ جو چیز بنتی ہے اسے ایک نہ ایک دن ٹوٹنا بھی ہے۔ ٹوٹنے کا دن کب آئے گا یہ ساری دنیا دیکھے گی اور قدرت کا قانون جس انداز میں سچا ثابت ہو گا وہ بھی لوگوں کے لئے باعث عبرت ہو گا۔

فرمان رسول اللہ ﷺ

حضرت جابر ابن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی آدمی تم سے بات کرے اور ادھر ادھر مڑ کر دیکھے تو اسکی یہ بات تمہارے پاس امانت ہے۔“

© rasailojaraid.com